ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 2961

Program: BS

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ)

کورس: اسلامی قانون وراثت (2961) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ تخصص شریعہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (بونس: 5 تا 9)

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

Reference &For Study — SOLVED ASSIGNMENT GUIDE

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس غور سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اس گائیڈ کو ہو بہو نقل کرنے کے بجائے اپنی فہم کے مطابق تحریر کریں۔ جہاں کسی دینی یا قانونی مسئلے میں قطعی رائے درکار ہو وہاں اہلِ علم اور مستند علماء کی طرف رجوع کریں۔

سوال نمبر 1: حجب، عول اور رد — قواعد کی وضاحت اور عملی اہمیت (20 نمبر)

وراثتی تقسیم میں بعض اصول حصص میں تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔ حجب، عول اور رد کے قواعد کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی عملی اہمیت بیان کریں۔ (20)

تعارف

مشق نمبر ایک میں ورثاء کی تین جماعتوں اور ان کے مقررہ حصوں کا مطالعہ کیا گیا تھا۔ مگر عملی زندگی میں تقسیم ہمیشہ اتنی سادہ نہیں ہوتی کہ ہر وارث کو اس کا لکھا ہوا حصہ ویسے ہی دے دیا جائے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک قریبی وارث کی موجودگی دوسرے وارث کو بالکل محروم کر دیتی ہے یا اس کا حصہ گھٹا دیتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تمام مقررہ حصوں کا مجموعہ پورے ترکہ سے بڑھ جاتا ہے اور حسابی طور پر تقسیم ناممکن ہو جاتی ہے۔ اور کبھی اس کے برعکس حصے دینے کے بعد مال بچ جاتا ہے اور کوئی عصبہ موجود نہیں ہوتا۔ اسلامی قانون وراثت نے ان تینوں صورتوں کے لیے باقاعدہ قواعد وضع کیے ہیں جنہیں حجب، عول اور رد کہا جاتا ہے۔ یہ تینوں قواعد اس نظام کی ریاضیاتی خوبصورتی اور عملی حکمت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس جواب میں ہر قاعدے کی تعریف، اقسام، طریقہ کار اور مثال بیان کی جائے گی اور آخر میں ان کی عملی اہمیت کا جائزہ لیا جائے گا۔

حجب: تعریف اور اقسام

حجب کے لغوی معنی پردہ ڈالنا اور روکنا ہیں۔ اصطلاح میں حجب اس حالت کو کہتے ہیں جب ایک وارث کی موجودگی کی وجہ سے دوسرا وارث وراثت سے کلیتاً محروم ہو جائے یا اس کا حصہ کم ہو جائے۔ حجب کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم حجب حرمان ہے، جس میں وارث بالکل محروم ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہو جاتا ہے، باپ کی موجودگی میں دادا اور بھائی محروم ہو جاتے ہیں، ماں کی موجودگی میں دادی اور نانی محروم ہو جاتی ہیں، اور بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیاں بعض صورتوں میں محروم ہو جاتی ہیں۔ اس کی بنیاد یہ اصول ہے کہ جو رشتہ دار میت سے زیادہ قریب ہو وہ دور والے کو روک دیتا ہے اور جو شخص کسی واسطے سے وارث بنتا ہے وہ اس واسطے والے کی موجودگی میں محروم رہتا ہے، مثلاً پوتا بیٹے کے واسطے سے جڑتا ہے اس لیے بیٹے کی موجودگی میں اسے حصہ نہیں ملتا۔ دوسری قسم حجب نقصان ہے، جس میں وارث محروم تو نہیں ہوتا مگر اس کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ اس کی مشہور مثالیں پانچ ہیں۔ اولاد کی موجودگی میں شوہر کا حصہ نصف سے گھٹ کر ربع ہو جاتا ہے، بیوی کا حصہ ربع سے گھٹ کر ثمن ہو جاتا ہے، ماں کا حصہ ثلث سے گھٹ کر سدس ہو جاتا ہے، اور بہن بھائیوں کی کثرت سے بھی ماں کا حصہ کم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض صورتوں میں باپ اور عصبات کا باقی ماندہ بھی کم ہو جاتا ہے۔ حجب کا یہ نظام رشتوں کی قربت کے فطری احساس کو قانونی شکل دیتا ہے۔

عول: تعریف، طریقہ کار اور مثال

عول کے لغوی معنی بڑھ جانا اور جھک جانا ہیں۔ اصطلاح میں عول اس صورت کو کہتے ہیں جب ذوی الفروض کے مقررہ حصوں کا مجموعہ پورے ترکہ سے بڑھ جائے تو اصل المسئلہ کو بڑھا دیا جاتا ہے اور ہر وارث کے حصے میں ایک ہی تناسب سے کمی کر دی جاتی ہے۔ یہ طریقہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کے مشورے سے اختیار کیا گیا اور اس پر امت کا عمل قائم ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اصل مسئلہ دیکھا جاتا ہے، پھر تمام حصوں کو اس پر تقسیم کیا جاتا ہے، اور جب حصوں کا مجموعہ اصل سے بڑھ جائے تو اسی مجموعے کو نیا اصل بنا لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک عورت کا انتقال ہوا اور اس نے شوہر، دو بیٹیاں اور ماں چھوڑی۔ شوہر کا حصہ ربع یعنی چھ میں ڈیڑھ کے بجائے عملی مسئلے میں اصل چھ رکھ کر شوہر کو تین کے حساب سے دیکھا جائے گا، زیادہ واضح مثال اصل چھ والی ہے۔ شوہر کا نصف تین، دو بیٹیوں کا ثلثان چار اور ماں کا سدس ایک، مجموعہ آٹھ بنتا ہے جو اصل چھ سے بڑھ گیا۔ اب اصل چھ کے بجائے آٹھ کر دیا جائے گا اور ہر ایک کو آٹھ میں سے اسی عدد کے مطابق حصہ ملے گا۔ یوں کسی کو بھی مکمل محروم کیے بغیر سب کے حصوں میں تناسب کمی آ جاتی ہے۔ عول صرف انہی مسائل میں آتا ہے جن کا اصل چھ، بارہ یا چوبیس ہو۔

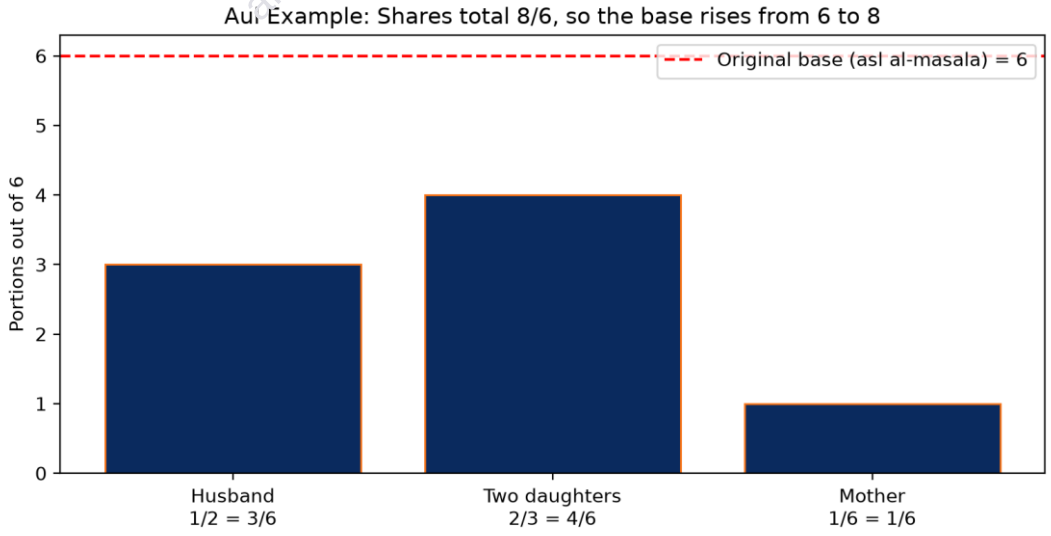

شکل 1: عول کی مثال — شوہر، دو بیٹیاں اور ماں کے حصے اصل 6 سے بڑھ کر 8 ہو جاتے ہیں۔

رد: تعریف، طریقہ کار اور مثال

رد کے لغوی معنی واپس لوٹانا ہیں۔ اصطلاح میں رد اس صورت کو کہتے ہیں جب ذوی الفروض کو ان کے حصے دینے کے بعد ترکہ کا کچھ حصہ بچ جائے اور کوئی عصبہ موجود نہ ہو، تو بچی ہوئی رقم انہی اصحاب الفرائض کی طرف ان کے حصوں کے تناسب سے لوٹا دی جاتی ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک رد کا حق انہی ورثاء کو ملتا ہے جو نسبی صاحب فرض ہوں، جبکہ شوہر اور بیوی کو رد میں شامل نہیں کیا جاتا کیونکہ ان کا تعلق نسب نہیں بلکہ نکاح ہے، البتہ اگر ان کے سوا کوئی وارث ہی نہ ہو تو بعض فقہاء اور جدید قوانین میں ان کے حق میں بھی تفصیلات موجود ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص نے صرف ماں اور ایک بیٹی چھوڑی۔ ماں کا سدس ایک اور بیٹی کا نصف تین، اصل چھ میں سے مجموعہ چار بنتا ہے اور دو حصے بچ جاتے ہیں، عصبہ کوئی نہیں۔ اب ان دو بچے ہوئے حصوں کو انہی دونوں میں ایک اور تین کے تناسب سے واپس تقسیم کر دیا جائے گا، جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ترکہ چار حصوں میں تقسیم ہو کر ماں کو ایک اور بیٹی کو تین حصے مل جائیں گے۔ رد کی حکمت یہ ہے کہ مال خاندان سے باہر جانے کے بجائے قریبی نسبی رشتہ داروں ہی کو ملے۔

جدول 1: حجب، عول اور رد کا موازنہ

قاعدہ	صورت حال	نتیجہ
حجب	قریبی وارث کی موجودگی	دور کا وارث محروم یا اس کا حصہ کم
عول	مقررہ حصوں کا مجموعہ ترکہ سے زیادہ	اصل المسئلہ بڑھا کر سب کے حصوں میں متناسب کمی
رد	حصے دینے کے بعد مال بچ جائے اور عصبہ نہ ہو	بچا ہوا مال نسبی اصحاب الفرائض کو تناسب سے واپس

ان قواعد کی عملی اہمیت

ان تینوں قواعد کی عملی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ پہلی اہمیت یہ ہے کہ ان کے بغیر اکثر مسائل حسابی طور پر حل ہی نہیں ہو سکتے، کیونکہ مقررہ حصے کبھی زیادہ اور کبھی کم پڑ جاتے ہیں۔ دوسری اہمیت انصاف کا تحفظ ہے، کیونکہ عول میں کسی ایک کو محروم کرنے کے بجائے سب پر بوجھ برابر تناسب سے ڈالا جاتا ہے اور رد میں فاضل مال قریب ترین رشتہ

داروں ہی کو ملتا ہے۔ تیسری اہمیت عدالتی اور انتظامی آسانی ہے، کیونکہ وراثت کے سرٹیفکیٹ اور تقسیم کی کارروائی میں یہی قواعد استعمال ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہر خاندان کا مسئلہ ایک ہی معیار سے حل ہوتا ہے۔ چوتھی اہمیت یہ ہے کہ حجب کا قاعدہ غیر ضروری طور پر دور کے رشتہ داروں تک تقسیم کو پھیلنے سے روکتا ہے اور قریبی خاندان کے حقوق کو مستحکم کرتا ہے۔ ان قواعد کی موجودگی اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلامی وراثت صرف اصولوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل عملی نظام ہے جو ہر ممکنہ صورت کا حل پیش کرتا ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ حجب، عول اور رد تین ایسی ایڈجسٹمنٹ کے قواعد ہیں جو مقررہ حصوں کو عملی تقسیم کے قابل بناتے ہیں۔ حجب قربت کی بنیاد پر کسی وارث کو محروم یا کم حصہ دار بناتا ہے، عول حصوں کی زیادتی کو متناسب کمی سے حل کرتا ہے اور رد فاضل مال کو نسبی ورثاء کی طرف لوٹا دیتا ہے۔ مثالوں سے واضح ہوا کہ تینوں قواعد خالصتاً حسابی نہیں بلکہ انصاف اور خاندانی قربت کی حکمت پر مبنی ہیں۔ طالب علم کو چاہیے کہ وہ ہر قاعدے کی دو دو مثالیں خود حل کر کے مشق کرے۔ البتہ یہ بات ہمیشہ یاد رہے کہ رد اور عول کے بعض جزئی مسائل میں فقہی اختلافات پائے جاتے ہیں، اس لیے کسی حقیقی متنازع مسئلے میں حتمی فیصلہ مستند علماء اور مجاز عدالت سے حاصل کرنا چاہیے، یہ گائیڈ صرف نصابی مطالعے کی رہنمائی ہے۔

سوال نمبر 2: مشترکہ اور متفرق مسائل وراثت کا تجزیہ (20 نمبر)

وراثت کے مسائل بعض اوقات پیچیدہ ہو جاتے ہیں جن کے حل کے لیے اصول مقرر کیے گئے ہیں۔ مشترکہ اور متفرق مسائل وراثت کا تجزیہ کریں۔ (20)

تعارف

علم الفرائض کی کتابوں میں بعض مسائل اپنی خاص ساخت اور پیچیدگی کی وجہ سے الگ عنوانات کے تحت بیان کیے جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم بحث مشترکہ مسئلہ اور متفرق مسائل کی ہے۔ مشترکہ مسئلہ اس مخصوص صورت کو کہتے ہیں جس میں مختلف قسم کے بہن بھائی ایک ہی مقررہ حصے میں شریک ہو جاتے ہیں، جبکہ متفرق مسائل سے مراد وہ متنوع اور غیر معمولی صورتیں ہیں جو عام سادہ تقسیم سے ہٹ کر پیش آتی ہیں، جیسے حمل کا مسئلہ، لاپتہ شخص کا مسئلہ، ایک ساتھ وفات پانے والوں کا مسئلہ اور خنثیٰ کے مسائل وغیرہ۔ ان مسائل کا مطالعہ طالب علم کو سکھاتا ہے کہ اسلامی قانون وراثت غیر معمولی حالات میں بھی خاموش نہیں رہتا بلکہ ہر صورت کے لیے اصول مقرر کرتا ہے۔ اس جواب میں پہلے مشترکہ مسئلے کی تعریف، ساخت اور حکم بیان کیا جائے گا اور پھر اہم متفرق مسائل کا تجزیاتی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

مشترکہ مسئلہ: تعریف اور ساخت

مشترکہ مسئلے کو حِمار یہ اور حَجَریہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ میت عورت ہو اور اس نے شوہر، ماں یا دادی، دو یا زیادہ اخیافی یعنی ماں جائے بہن بھائی اور ایک یا زیادہ حقیقی بھائی یا بہن بھائی چھوڑے ہوں۔ اب مقررہ اصول کے مطابق شوہر کو نصف ملتا ہے، ماں کو سدس ملتا ہے اور اخیافی بہن بھائی ثلث میں شریک ہوتے ہیں، یوں پورا ترکہ ختم ہو جاتا ہے اور حقیقی بھائی جو عصبہ ہیں ان کے لیے کچھ نہیں بچتا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حقیقی بھائی جو ماں اور باپ دونوں طرف سے رشتہ رکھتے ہیں وہ کیسے محروم رہیں جبکہ اخیافی بہن بھائی صرف ماں کی طرف سے رشتہ رکھتے ہوئے حصہ پا گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں یہ مسئلہ پیش آیا تو تحقیق اور مشورے کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ حقیقی بہن بھائی بھی اخیافی بہن بھائیوں کے ساتھ اسی ثلث میں شریک ہوں گے، کیونکہ ماں کی قرابت دونوں میں مشترک ہے، اور اسی اشتراک کی وجہ سے اس مسئلے کا نام مشترکہ پڑا۔ اس فیصلے کی کہانی فقہی کتب میں یوں مشہور ہے کہ حقیقی بھائیوں نے کہا کہ فرض کریں ہمارا باپ نہ ہوتا تب بھی ہم ماں کی وجہ سے وارث ہوتے، تو آج باپ کی وجہ سے ہمیں نقصان کیوں ہو۔ اسی دلیل کو قبول کر کے اشتراک کا حکم دیا گیا۔

مشترکہ مسئلے کا حکم اور فقہی اختلاف

اس مسئلے کے حل میں یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ ثلث کو اخیافی اور حقیقی تمام بہن بھائیوں میں برابر تقسیم کر دیا جاتا ہے، اور اس مخصوص تقسیم میں مرد و عورت کا حصہ برابر رکھا جاتا ہے کیونکہ یہ شرکت فرض کی بنیاد پر ہے عصبہ کی بنیاد پر نہیں۔ البتہ اس مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف بھی معروف ہے۔ ایک رائے مشترکہ کی صورت میں اشتراک کی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلے اور جمہور کے عمل کی بنیاد پر رائج ہے، جبکہ ابتدائی دور میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ اصل اصول پر قائم رہا جائے اور حقیقی بھائیوں کو کچھ نہ دیا جائے۔ اسی طرح حنفی و دیگر مذاہب کی کتابوں میں اس مسئلے کی شرائط میں جزئی اختلافات پائے جاتے ہیں، مثلاً حقیقی بہنوں کے ساتھ ہونے یا علاتی بہن بھائیوں کی صورت میں حکم کی تفصیل مختلف ہو سکتی ہے۔ طالب علم کے لیے اہم نکتہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس اصول کی عملی مثال ہے کہ فقہی اجتہاد نے مشکل صورتوں میں عدل کی روح کو سامنے رکھ کر حل نکالا۔ کسی عملی کیس میں کس رائے پر عمل ہو گا، اس کا تعین متعلقہ عدالت اور مستند فتوی کے فتوے سے ہوتا ہے، اس لیے اس گائیڈ کے بیان کو علمی فہم تک محدود رکھنا چاہیے۔

جدول 1: مشترکہ مسئلے کی ساخت

وارث	عام اصول کے مطابق	مشترکہ حل کے مطابق
شوہر	نصف	نصف
ماں	سدس	سدس
اخیافی بہن بھائی (دو یا زیادہ)	ثلث	ثلث میں حقیقی بہن بھائیوں کے ساتھ شریک
حقیقی بھائی	عصبہ — کچھ نہ بچا، محروم	اخیافیوں کے ساتھ ثلث میں برابر شریک

متفرق مسائل: حمل، مفقود اور باہمی وفات

متفرق مسائل میں سب سے اہم مسئلہ حمل یعنی ماں کے پیٹ میں موجود بچے کا ہے۔ اگر میت کی وفات کے وقت اس کی بیوی یا کوئی وارث عورت حاملہ ہو تو تقسیم میں احتیاط کی جاتی ہے، کیونکہ پیدا ہونے والا بچہ زندہ پیدا ہونے کی صورت میں وارث بنے گا اور کئی ورثاء کے حصے بدل جائیں گے۔ اس کا عملی طریقہ یہ ہے کہ یا تو ولادت تک تقسیم مؤخر کر دی جاتی ہے یا ہر وارث کو اس کا کم سے کم یقینی حصہ دے کر باقی مال محفوظ کر لیا جاتا ہے تاکہ بچے کی پیدائش کے بعد حتمی تقسیم ہو سکے۔ دوسرا مسئلہ مفقود یعنی لاپتہ شخص کا ہے۔ لاپتہ شخص کو نہ مکمل مردہ سمجھا جاتا ہے نہ اس کے حقوق ختم کیے جاتے ہیں۔ وہ دوسروں کا وارث بھی ہو سکتا ہے اور اس کی اپنی جائیداد بھی محفوظ رکھی جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کی موت کی خبر آ جائے یا عدالت مقررہ قانونی مدت کے بعد اس کی موت کا حکمی فیصلہ دے دے۔ تیسرا مسئلہ ایک ساتھ وفات پانے والوں کا ہے، جیسے حادثے میں میاں بیوی یا باپ بیٹا ایک ساتھ انتقال کر جائیں اور یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کس کی موت واقع ہوئی۔ ایسی صورت میں جمہور کے نزدیک وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں بنتے، کیونکہ وارث کے لیے مورث کے بعد زندہ ہونا شرط ہے جو یقین سے ثابت نہیں ہوتا، البتہ ہر ایک کا ترکہ اس کے اپنے زندہ ورثاء میں تقسیم ہو گا۔

خنثیٰ اور دیگر غیر معمولی صورتیں

چوتھا اہم مسئلہ خنثیٰ یعنی اس شخص کا ہے جس کی جنس واضح نہ ہو۔ فقہاء نے اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں اور اس کے حصے کے بارے میں احتیاطی اصول مقرر کیے ہیں کہ جب تک صورت حال واضح نہ ہو اسے کم تر حصہ دیا جائے اور باقی مال فیصلے تک محفوظ رکھا جائے۔ آج طبی سائنس کی ترقی سے ایسی بہت سی صورتوں میں جنس کا تعین ممکن ہو گیا ہے، اس لیے جدید عملی کارروائی میں طبی رائے اور عدالت کا فیصلہ اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ڈوبنے، جلنے یا ملبے تلے دب کر اجتماعی اموات، قرض میں ڈوبا ترکہ، اور ایسے وارث کا مسئلہ جس کا پتہ نہ ہو، یہ سب متفرق مسائل میں شامل ہیں۔ ان تمام مسائل میں چند مشترک اصول کام کرتے ہیں۔ پہلا اصول یقین کا ہے کہ حق صرف یقینی وارث کو دیا جائے۔ دوسرا اصول احتیاط کا ہے کہ مشکوک حصہ محفوظ رکھا جائے۔ تیسرا اصول عدالتی نگرانی کا ہے کہ غیر معمولی صورت میں تقسیم عدالت یا اہل علم کی رہنمائی میں ہو۔ یہ اصول دکھاتے ہیں کہ شریعت کا نظام لچک کے ساتھ ساتھ تحفظ کو بھی برقرار رکھتا ہے۔

تجزیہ اور خلاصہ

ان مسائل کے تجزیے سے تین نتائج نکلتے ہیں۔ پہلا یہ کہ اسلامی وراثت کا نظام جامد نہیں بلکہ صحابہ کے دور سے اجتہاد کے ذریعے مشکل صورتوں کے حل پیش کرتا رہا ہے، جس کی روشن مثال مشترکہ مسئلہ ہے۔ دوسرا یہ کہ ہر غیر معمولی صورت میں بنیادی شرائط یعنی مورث کی موت کا یقین اور وارث کی زندگی کا ثبوت برقرار رکھی جاتی ہیں، اسی لیے حمل اور مفقود کے مسائل میں مال محفوظ رکھنے کا اصول بنایا گیا۔ تیسرا یہ کہ فقہی اختلافات اس نظام کی کمزوری نہیں بلکہ علمی وسعت ہیں، تاہم عملی زندگی میں کسی ایک رائے پر عمل کا فیصلہ مجاز عدالت اور مستند اہل علم کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مشترکہ مسئلہ اشتراک قرابت کی حکمت کو اور متفرق مسائل احتیاط و یقین کے اصول کو ظاہر کرتے ہیں۔ طالب علم کو ان مسائل کو محض امتحانی سوال نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ سیکھنا چاہیے کہ قانون کا اصل کمال مشکل اور غیر معمولی حالات میں انصاف قائم رکھنا ہوتا ہے، اور اسلامی قانون وراثت اس کمال کی عمدہ مثال پیش کرتا ہے۔

سوال نمبر 3: وصیت — تعریف، اصول اور شرائط (20 نمبر)

اسلامی قانون میں وصیت ایک محدود مالی اختیار فراہم کرتی ہے۔ وصیت کی تعریف، اس کے اصول اور شرائط کو تفصیل سے بیان کریں۔ (20)

تعارف

اسلامی قانون وراثت میں اصل تقسیم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں کے مطابق ہوتی ہے، مگر اس کے ساتھ مرنے والے کو ایک محدود اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مال کے ایک حصے کے بارے میں اپنی زندگی میں ہدایت کر جائے کہ اس کی موت کے بعد وہ کسے دیا جائے یا کس نیک کام میں لگایا جائے۔ اسی اختیار کو وصیت کہا جاتا ہے۔ وصیت انسان کی دور اندیشی، احسان اور آخرت کی تیاری کا ایک خوبصورت ذریعہ ہے، جس کے ذریعے وہ ان لوگوں کی مدد کر سکتا ہے جو وارث نہیں بنتے، جیسے غریب رشتہ دار، یتیم، دوست احباب یا فلاحی ادارے۔ لیکن چونکہ اس اختیار کا غلط استعمال ورثاء کے حقوق کو نقصان پہنچا سکتا ہے، اس لیے شریعت نے اسے سخت حدود اور شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ اس جواب میں وصیت کی لغوی و اصطلاحی تعریف، اس کے بنیادی اصول اور اس کی صحت کی شرائط تفصیل سے بیان کی جائیں گی۔

وصیت کی تعریف اور شرعی حیثیت

وصیت عربی لفظ ہے جس کے معنی جوڑنا، ہدایت کرنا اور کسی کام کی تاکید کرنا ہیں۔ اصطلاح میں وصیت اس تصرف کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ایک شخص اپنے مال کا کوئی حصہ یا کوئی فائدہ اپنی موت کے بعد کے لیے کسی شخص یا مقصد کے نام کر دیتا ہے، یعنی اس کا اثر موت کے بعد ظاہر ہوتا ہے۔ زندگی میں مال دے دینا ہبہ کہلاتا ہے اور موت کے بعد کے لیے ہدایت کرنا وصیت۔ قرآن مجید میں وصیت کا ذکر وراثت کی آیات کے ساتھ آیا ہے اور تقسیم کو وصیت کی ادائیگی اور قرض کی ادائیگی کے بعد رکھا گیا ہے، جس سے اس کی شرعی حیثیت واضح ہوتی ہے۔ احادیث میں وصیت لکھ کر رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ مسلمان کے پاس کوئی قابل وصیت چیز ہو تو اسے وصیت لکھے بغیر زیادہ راتیں نہیں گزارنی چاہئیں۔ فقہاء کے نزدیک وصیت عام حالات میں مستحب ہے، البتہ اگر میت کے ذمے کسی کے حقوق ہوں، امانتیں ہوں یا واجب الادا قوم ہوں تو ان کی وضاحت کی وصیت کرنا ضروری درجہ اختیار کر جاتا ہے تاکہ کسی کا حق ضائع نہ ہو۔

وصیت کے بنیادی اصول

وصیت کا پہلا اور مشہور ترین اصول ایک تہائی کی حد ہے۔ ایک صحابی نے جب اپنے تمام مال کی وصیت کا ارادہ ظاہر کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک تہائی تک کی اجازت دی اور فرمایا کہ ایک تہائی بھی بہت ہے، اور اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاج چھوڑ کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کیا جائے۔ اس اصول سے وصیت کی زیادہ سے زیادہ حد کل ترکہ کا ایک تہائی مقرر ہو گئی، اور اس سے زیادہ کی وصیت ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوتی۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ وصیت وارث کے حق میں نہیں ہوتی، یعنی جس شخص کو شرعی حصہ مل رہا ہے اس کے لیے الگ سے وصیت کرنا جمہور کے نزدیک ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے مقررہ حصوں کی حکمت ختم ہو جاتی ہے اور خاندان میں حسد و تنازع پیدا ہوتا ہے۔ تیسرا اصول یہ ہے کہ وصیت کا نفاذ قرض کی ادائیگی کے بعد ہوتا ہے، یعنی پہلے قرض، پھر وصیت اور پھر وراثت۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ وصیت کرنے والا اپنی زندگی میں اسے واپس بھی لے سکتا ہے، کیونکہ اس کا اثر اس کی موت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ پانچواں اصول یہ ہے کہ وصیت کسی ناجائز یا گناہ کے کام کے لیے نہیں ہو سکتی، ایسی وصیت شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔

وصیت کی شرائط

وصیت کی صحت کے لیے تینوں فریقوں سے متعلق شرائط پائی جانی چاہئیں۔ پہلی قسم موصی یعنی وصیت کرنے والے کی شرائط ہیں۔ وہ بالغ، عاقل اور اپنے مال میں تصرف کا اہل ہو، اس پر کسی قانونی پابندی یا جبر نہ ہو، اور وہ یہ عمل اپنی مرضی سے کرے۔ نابالغ اور مجنون کی وصیت معتبر نہیں ہوتی، البتہ سمجھدار نابالغ کی بعض صورتوں میں فقہاء نے تفصیل بیان کی ہے۔ دوسری قسم موصیٰ لہ یعنی جس کے لیے وصیت کی جائے اس کی شرائط ہیں۔ وہ وصیت کے نفاذ یعنی موصی کی موت کے وقت موجود اور اس مال کو قبول کرنے کا اہل ہو، اور وہ وارث نہ ہو ورنہ اوپر بیان کردہ قاعدہ لاگو ہو گا۔ کسی نیک مقصد، مسجد، مدرسے یا فلاحی کام کے لیے بھی وصیت ہو سکتی ہے۔ تیسری قسم موصیٰ بہ یعنی جس مال یا فائدے کی وصیت کی جائے اس کی شرائط ہیں۔ وہ مال حلال اور قابل ملکیت ہو، وصیت کے وقت نفاذ کے اصول کے مطابق موصی کی ملکیت میں داخل ہو سکے، اور اس کی مقدار ایک تہائی سے زیادہ نہ ہو۔ اس کے علاوہ قبول کی شرط بھی اہم ہے کہ موصیٰ لہ کا قبول کرنا موصی کی موت کے بعد معتبر ہوتا ہے، اور اگر وہ موصیٰ سے پہلے مر جائے تو عام طور پر وصیت ختم ہو جاتی ہے۔ وصیت کا تحریری ہونا اور گواہ رکھنا عملی طور پر بہت مفید ہے تاکہ بعد میں تنازع نہ ہو، اور پاکستان سمیت اکثر مسلم ممالک میں وصیت نامے کی دستاویزی شکل ہی عدالت میں قابل اعتماد سمجھی جاتی ہے۔

جدول 1: وصیت کی شرائط کا خلاصہ

فریق	اہم شرائط	وجہ یا حکمت
موصیٰ (وصیت کرنے والا)	بالغ، عاقل، آزاد مرضی، تصرف کا اہل	تاکہ فیصلہ سوچ سمجھ کر اور بلا جبر ہو
موصیٰ لہ (جس کے لیے وصیت)	موجود و اہل ہو، اصولاً وارث نہ ہو	مقررہ حصوں کی حکمت اور تنازعات سے تحفظ
موصیٰ بہ (مال یا فائدہ)	حلال، قابل ملکیت، ایک تہائی کے اندر	ورثاء کے حقوق کا تحفظ
نفاذ کی ترتیب	کفن دفن، پھر قرض، پھر وصیت	حقوق العباد کی مقدم ادائیگی

ان اصول و شرائط کے مطالعے سے وصیت کے نظام کی حکمت واضح ہوتی ہے۔ ایک طرف انسان کو یہ موقع دیا گیا کہ وہ اپنے مال کے ایک معقول حصے سے ان لوگوں اور مقاصد کی مدد کرے جو وراثت کے دائرے سے باہر رہ جاتے ہیں، جیسے وارث نہ بننے والی بہو یا داماد کی ضرورت، پالا ہوا بچہ، غریب محلے دار یا دینی و فلاحی ادارے۔ دوسری طرف دو تہائی مال کو ورثاء کے لیے محفوظ کر کے خاندان کی معاشی سلامتی کو یقینی بنایا گیا۔ یہی توازن اسلام کے مالی نظام کی پہچان ہے کہ نہ فرد مکمل آزاد ہے کہ خاندان کو محروم کر دے اور نہ مکمل پابند ہے کہ نیکی کی کوئی گنجائش ہی نہ رہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ وصیت موت کے بعد نافذ ہونے والا ایک محدود مالی تصرف ہے جس کی زیادہ سے زیادہ حد ترکے کا ایک تہائی ہے، جو وارث کے حق میں اصولاً نہیں ہوتی، قرض کے بعد نافذ ہوتی ہے اور جس کے لیے موصیٰ، موصیٰ لہ اور موصیٰ بہ تینوں کی مخصوص شرائط پوری ہونا ضروری ہیں۔ یہ نظام ایک طرف احسان اور نیکی کا دروازہ کھولتا ہے اور دوسری طرف ورثاء کے مقررہ حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ طالب علم کے لیے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ وصیت کے بعض جزئی احکام میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، اس لیے کسی حقیقی وصیت نامے کی تیاری اور نفاذ میں قانونی مشیر اور مستند عالم دین سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ اگلے سوال میں انہی اصولوں کے نفاذ کے احکام اور عملی طریقہ کار کو مزید تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔

سوال نمبر 4: وصیت کے احکام اور اس کے اطلاق کا طریقہ کار (20 نمبر)

وصیت کے نفاذ کے لیے مخصوص قواعد و ضوابط مقرر کیے گئے ہیں۔ وصیت کے احکام اور اس کے اطلاق کے طریقہ کار کی وضاحت کریں۔ (20)

تعارف

پچھلے سوال میں وصیت کی تعریف، اصول اور شرائط بیان کی گئی تھیں۔ اب سوال یہ ہے کہ جب کوئی شخص وفات پا جائے اور اس نے وصیت کی ہو تو اس وصیت کو عملی طور پر نافذ کیسے کیا جائے گا، کون سی وصیت معتبر ہو گی، ایک تہائی کا حساب کیسے لگایا جائے گا، متعدد وصیتیں ہوں تو کس کو ترجیح ملے گی، اور وارث کے حق میں یا ایک تہائی سے زیادہ وصیت کی صورت میں کیا حکم ہو گا۔ ان تمام سوالات کے جوابات وصیت کے احکام اور اطلاق کے طریقہ کار میں آتے ہیں۔ یہ بحث خالصتاً علمی نہیں بلکہ ہر اس خاندان کے لیے عملی رہنمائی ہے جس کے کسی بزرگ نے وصیت چھوڑی ہو۔ اس جواب میں وصیت کے اہم احکام مرحلہ وار بیان کیے جائیں گے، پھر نفاذ کا مکمل طریقہ کار ترتیب وار واضح کیا جائے گا اور آخر میں وصی کے کردار اور تنازع کی صورت میں حل کا راستہ بیان کیا جائے گا۔

وصیت کے اہم احکام

پہلا حکم ایک تہائی کی حد سے متعلق ہے۔ اگر وصیت کل ترکہ کے ایک تہائی کے اندر ہو اور غیر وارث کے لیے ہو تو ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ ہو گی۔ اگر وصیت ایک تہائی سے زیادہ ہو تو زائد حصہ ورثاء کی اجازت پر موقوف رہے گا، بالغ و عاقل ورثاء اجازت دے دیں تو زائد بھی نافذ ہو جائے گی، ورنہ وصیت ایک تہائی تک ہی محدود رہے گی۔ دوسرا حکم وارث کے لیے وصیت کا ہے۔ جمہور فقہاء کے نزدیک کسی وارث کے حق میں وصیت دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر نافذ نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر وارث کا حصہ خود مقرر کر دیا ہے۔ تیسرا حکم وصیت کی قبولیت اور واپسی کا ہے۔ وصیت کرنے والا زندگی میں کسی وقت بھی اپنی وصیت واپس لے سکتا ہے یا اس میں تبدیلی کر سکتا ہے، مگر اس کی موت کے بعد وصیت پختہ ہو جاتی ہے اور پھر موصیٰ لہ کا قبول یا رد کرنا معتبر ہوتا ہے۔ چوتھا حکم قتل کے مانع کا ہے۔ اگر موصیٰ لہ نے موصیٰ کو قتل کیا ہو تو جمہور کے نزدیک وہ وصیت کا حق بھی کھو بیٹھتا ہے، کیونکہ ناجائز جلد بازی سے فائدہ اٹھانے کا دروازہ بند کیا گیا ہے۔ پانچواں حکم یہ ہے کہ اگر موصیٰ لہ موصیٰ سے پہلے مر جائے تو وصیت ختم ہو جاتی ہے، کیونکہ نفاذ سے پہلے اس کا مستحق نہیں رہا۔

متعدد وصیتوں اور خاص صورتوں کے احکام

اگر ایک شخص نے کئی افراد یا مقاصد کے لیے وصیتیں کی ہوں اور ان کا مجموعہ ایک تہائی سے بڑھ جائے تو تمام موصیٰ لہم ایک تہائی میں اپنے اپنے حصوں کے تناسب سے شریک ہوں گے اور ہر ایک کی وصیت میں اسی نسبت سے کمی آجائے گی۔ یہ بالکل عول کے اصول سے ملتا جلتا طریقہ ہے۔ اگر وصیت کسی مخصوص چیز مثلاً مخصوص مکان یا مخصوص رقم کے لیے ہو تو اسی چیز کی مالیت کو ایک تہائی کے حساب میں شامل کیا جائے گا۔ اگر وصیت کسی نیک کام جیسے مسجد کی تعمیر، غریبوں کی مدد یا قرض حسنہ کے صندوق کے لیے ہو تو اسے بھی اسی حد کے اندر نافذ کیا جائے گا۔ ایک اور صورت یہ ہے کہ میت کے ذمے واجب الحقوق ہوں مثلاً کسی کی امانت، ادا نہ کیا گیا قرض یا کوئی مالی واجب، تو ان کی ادائیگی وصیت سے بھی پہلے قرض کے درجے میں ہوگی اور انہیں ایک تہائی کی حد میں شمار نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ اس کا اپنا مال ہی نہیں بلکہ دوسروں کا حق ہے۔ اسی طرح اگر وصیت نامے میں کوئی وصی مقرر کیا گیا ہو تو اس کی ذمہ داریوں کا آغاز میت کی وفات کے بعد ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں ورثاء کے درمیان اختلاف بھی موجود ہے، مثلاً زائد وصیت کی اجازت نابالغ وارث کی طرف سے دی جا سکتی ہے یا نہیں، اس میں اصول یہ ہے کہ نابالغ کے مال میں نقصان دہ تبرع کی اجازت معتبر نہیں ہوتی۔ ایسی اختلافی جزئیات میں حتمی رائے مستند اہل علم سے لی جاتی ہے۔

وصیت کے نفاذ کا طریقہ کار

عملی طریقہ کار پانچ مراحل پر مشتمل ہے۔ پہلا مرحلہ دستاویز کی تصدیق ہے۔ وصیت نامہ پیش کیا جائے، اس کی تحریر، دستخط اور گواہوں کی جانچ کی جائے اور یہ معلوم کیا جائے کہ یہ میت کی آخری وصیت ہے، کیونکہ بعد والی وصیت پہلی سے متصادم حصے کو ختم کر دیتی ہے۔ دوسرا مرحلہ ترکہ کی فہرست اور مالیت کا تعین ہے۔ تمام املاک، نقدی، بینک رقوم، قرضے جو میت نے دوسروں سے لینے ہیں اور واجب الادا قرضے سب کی فہرست بنائی جاتی ہے تاکہ خالص ترکہ معلوم ہو سکے۔ تیسرا مرحلہ مقدم حقوق کی ادائیگی ہے۔ پہلے مناسب کفن دفن کے اخراجات نکالے جاتے ہیں، پھر تمام قرضے ادا کیے جاتے ہیں، اس کے بعد باقی مال کا ایک تہائی حساب لگایا جاتا ہے۔ چوتھا مرحلہ وصیت کی تقسیم ہے۔ وصیتی رقوم یا اشیاء اسی ایک تہائی کے اندر موصیٰ لہم کو دی جاتی ہیں، کمی کی صورت میں تناسبی اصول لاگو ہوتا ہے۔ پانچواں مرحلہ ورثاء کی تقسیم ہے۔ وصیت کے نفاذ کے بعد

بچنے والا مال تمام ورثاء میں ان کے شرعی حصوں، حجب، عول اور رد کے قواعد کے مطابق تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ یہ ترتیب قرآن مجید کی ہدایت کے عین مطابق ہے جس میں وصیت اور قرض کو وراثت کی تقسیم سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

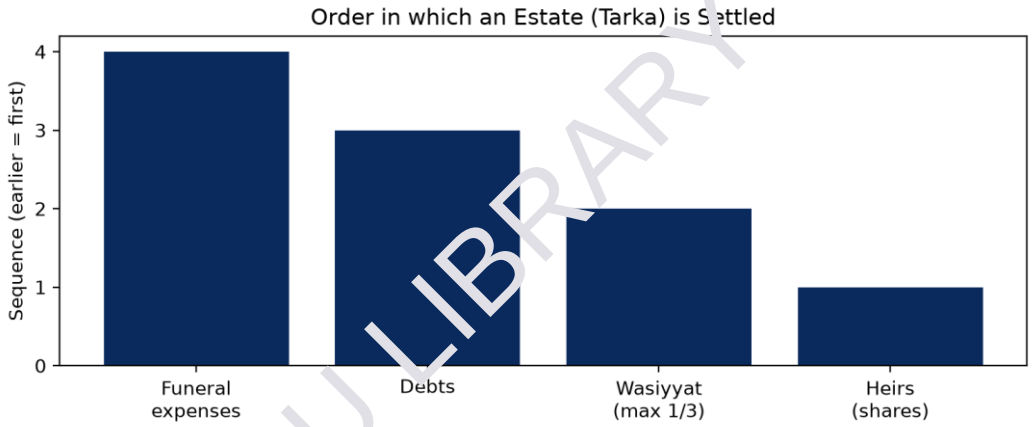

شکل 1: ترکہ کی تصفیہ اور وصیت کے نفاذ کی ترتیب — کفن دفن، قرض، وصیت، پھر ورثاء

وصی کا کردار اور تنازع کا حل

وصیت کے نفاذ میں وصی یعنی اس شخص کا کردار مرکزی ہوتا ہے جسے میت نے وصیت پر عمل درآمد کے لیے مقرر کیا ہو۔ وصی کی ذمہ داری ہے کہ وہ امانت داری سے ترکہ کی حفاظت کرے، قرضے ادا کرے، وصیت کو اس کی حدود میں نافذ کرے اور ورثاء کے درمیان شفاف حساب رکھے۔ نابالغ ورثاء کے حصے کی حفاظت بھی وصی یا سرپرست کی اہم ذمہ داری ہے اور اس میں خیانت شرعاً اور قانوناً جرم ہے۔ اگر وصی مقرر نہ ہو تو یہ ذمہ داری ورثاء مل کر ادا کرتے ہیں یا عدالت وصی مقرر کرتی ہے۔ اگر وصیت کے بارے میں تنازع پیدا ہو جائے، مثلاً وصیت نامے کی صحت پر اعتراض ہو، مقدار پر اختلاف ہو یا کسی وارث کو زائد وصیت پر اعتراض ہو، تو اس کا حل پہلے باہمی مفاہمت اور مستند علماء کی ثالثی سے نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور اس سے حل نہ ہو تو مجاز عدالت سے رجوع کیا جاتا ہے جو شریعت اور ملکی قانون کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔ پاکستان میں مسلم عائلی قوانین اور وراثت کے سرٹیفکیٹ کا نظام اسی مقصد کے لیے قائم ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ وصیت کے احکام ایک منظم ضابطہ ہیں۔ ایک تہائی کی حد، وارث کے لیے وصیت کی ممانعت بلا اجازت، زندگی میں واپسی کا اختیار، قاتل کی محرومی اور متعدد وصیتوں میں تناسبی تقسیم اس کے اہم احکام ہیں۔ نفاذ کا طریقہ کار تصدیق سے شروع ہو کر قرض و وصیت کی ادائیگی کے بعد ورثاء کی تقسیم پر مکمل ہوتا ہے، اور وصی کی امانت داری اس پورے عمل کی روح ہے۔ ان احکام کا مقصد دو چیزوں کا تحفظ ہے: میت کی جائز خواہش کی تکمیل اور ورثاء کے مقررہ حقوق کی سلامتی۔ طالب علم کے لیے اس بحث سے یہ سبق ملتا ہے کہ شرعی احکام کو صحیح ترتیب سے نافذ کرنا ہی ان کی حکمت کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی حقیقی وصیت کے تنازع میں اس گائیڈ کو فیصلہ نہ سمجھا جائے بلکہ مستند علماء، قانونی مشیر اور مجاز عدالت سے رجوع کیا جائے۔

سوال نمبر 5: وراثت اور وصیت — باہمی تعلق اور بنیادی فرق (20 نمبر)

وراثت اور وصیت دونوں مالی تقسیم کے اہم ذرائع ہیں۔ ان دونوں کے درمیان تعلق اور بنیادی فرق کو دلائل کے ساتھ واضح کریں۔ (20)

تعارف

ایک مسلمان کی وفات کے بعد اس کے مال کی تقسیم دو بڑے شرعی اداروں کے ذریعے ہوتی ہے: وراثت اور وصیت۔ بظاہر دونوں کا میدان ایک ہی ہے یعنی میت کے مال کی منتقلی، مگر ان کی بنیاد، نوعیت، حدود اور ترتیب میں نمایاں فرق ہے۔ وراثت اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ لازمی نظام ہے جس میں انسان کی مرضی کا کوئی دخل نہیں، جبکہ وصیت اسی نظام کے اندر دی گئی ایک محدود انسانی آزادی ہے جس سے میت اپنی زندگی میں اپنے مال کے ایک تہائی تک کے بارے میں ہدایت کر سکتا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے حریف نہیں بلکہ تکمیلی ہیں، کیونکہ وصیت کا نفاذ وراثت کی تقسیم سے پہلے ہوتا ہے اور اس کے بعد بچنے والا مال وراثت کے قواعد سے تقسیم ہوتا ہے۔ اس جواب میں پہلے دونوں کے باہمی تعلق کو دلائل کے ساتھ واضح کیا جائے گا اور پھر جدول اور تفصیل کے ذریعے ان کے بنیادی فرق کو ثابت کیا جائے گا۔

وراثت اور وصیت کا باہمی تعلق

دونوں کا پہلا تعلق یہ ہے کہ ان کا موضوع ایک ہے، یعنی میت کا ترکہ۔ وصیت اور وراثت دونوں کا اثر موت کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور دونوں کا حساب اسی خالص ترکہ پر چلتا ہے جو کفن دفن اور قرض کی ادائیگی کے بعد بچتا ہے۔ دوسرا تعلق ترتیب کا ہے۔ قرآن مجید نے وراثت کے حصے بیان کرتے ہوئے بار بار یہ شرط دہرائی ہے کہ یہ تقسیم اس وصیت کے بعد ہوگی جو میت کر جائے اور اس قرض کے بعد ہوگی جو اس کے ذمہ ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وصیت وراثت سے پہلے نافذ ہوتی ہے اور وراثت اس کی تکمیل کے بعد شروع ہوتی ہے، گویا وصیت وراثت کے نظام کا ایک مقدم جزو ہے۔ تیسرا تعلق تکمیل کا ہے۔ وراثت صرف ان رشتہ داروں کو دیتی ہے جو شرعی وارث ہیں، جبکہ وصیت کے ذریعے ان افراد اور مقاصد تک بھی مال پہنچ سکتا ہے جو وارث نہیں بنتے، جیسے دور کے غریب رشتہ دار، یتیم پالک بچہ، وفادار خادم یا فلاحی ادارہ۔ یوں وصیت وراثت کے دائرے کی کمی کو پورا کرتی ہے۔ چوتھا تعلق حدود کا ہے۔ وصیت کی حد ایک تہائی اسی لیے رکھی گئی تاکہ وہ وراثت کے نظام کو منسوخ کرنے کے بجائے اس کی معاون بنے۔ اگر وصیت کو لامحدود کر دیا جاتا تو مقررہ حصے بے معنی ہو جاتے، اور اگر وصیت سرے سے نہ ہوتی تو انسان کی جائز احسان کی خواہش کا کوئی ذریعہ نہ رہتا۔ یہی متوازن تعلق اس پورے نظام کی حکمت ہے۔

دونوں کے درمیان بنیادی فرق

پہلا فرق ماخذ اور اختیار کا ہے۔ وراثت کے حصے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مقرر کیے ہیں اور ان میں تبدیلی کا اختیار نہ میت کو ہے نہ ورثاء کو، جبکہ وصیت انسان کا اپنا فیصلہ ہے جو اس نے اپنی زندگی میں اپنی مرضی سے کیا ہوتا ہے۔ دوسرا فرق لزوم کا ہے۔ وراثت جبری ہے، یعنی وارث چاہے یا نہ چاہے اس کا حق خود بخود ثابت ہو جاتا ہے اور میت کسی وارث کو محروم کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، جبکہ وصیت اختیاری ہے، میت چاہے تو کرے چاہے تو نہ کرے اور زندگی میں واپس بھی لے سکتا ہے۔ تیسرا فرق مقدار کا ہے۔ وراثت کے لیے کوئی بالائی حد مقرر نہیں، پورا باقی ماندہ ترکہ ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے، جبکہ وصیت زیادہ سے زیادہ ایک تہائی تک محدود ہے۔ چوتھا فرق مستحقین کا ہے۔ وراثت صرف شرعی ورثاء کو ان کے مقررہ درجوں میں ملتی ہے، جبکہ وصیت اصولاً غیر وارث افراد اور نیک مقاصد کے لیے ہوتی ہے اور وارث کے حق میں دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر

نافذ نہیں ہوتی۔ پانچواں فرق سبب کا ہے۔ وراثت کا سبب قرابت، نکاح یا ولاء ہوتا ہے، جبکہ وصیت کا سبب موصیٰ کی ذاتی ہدایت اور احسان ہوتا ہے۔ چھٹا فرق قبول کا ہے۔ وراثت میں وارث کے قبول کی ضرورت نہیں ہوتی، جبکہ وصیت میں موصیٰ لہ کا موت کے بعد قبول کرنا معتبر ہوتا ہے۔

جدول 1: وراثت اور وصیت کا تقابلی جائزہ

پہلو	وراثت	وصیت
ماخذ	قرآن و سنت کے مقررہ احکام	میت کی ذاتی ہدایت
نوعیت	جبری اور لازمی انتقال	اختیاری تصرف
مقدار	پورا باقی ماندہ ترکہ	زیادہ سے زیادہ ایک تہائی
مستحق	صرف شرعی ورثاء مقررہ حصوں میں	اصولاً غیر وارث افراد اور نیک مقاصد
واپسی	ممکن نہیں، حصے ناقابل تبدیل	زندگی میں واپس لی جا سکتی ہے
نفاذ کی ترتیب	وصیت کے بعد تقسیم	قرض کے بعد اور وراثت سے پہلے نافذ
قبول کی شرط	وارث کے قبول کی حاجت نہیں	موت کے بعد موصیٰ لہ کا قبول معتبر

ان فرقوں کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔ فرض کریں ایک شخص نے تین لاکھ روپے چھوڑے اور وصیت کی کہ تیس ہزار روپے اس کے ایک غریب بھتیجے کو دیے جائیں جو شرعی وارث نہیں بنتا کیونکہ میت کے اپنے بیٹے موجود ہیں۔ اب پہلے کفن دفن اور قرض نکالا جائے گا، اس کے بعد اس وصیت کو ایک تہائی کی حد کے اندر نافذ کر کے بھتیجے کو اس کی رقم دی جائے گی، اور اس کے بعد باقی تمام مال اس کے بیٹوں اور دیگر ورثاء میں مقررہ حصوں سے تقسیم ہو گا۔ اس مثال میں دیکھا جا سکتا ہے کہ نہ وصیت نے ورثاء کو

محروم کیااور نہ وراثت نے بھتیجے کی مدد کاراستہ بند کیا۔ایک دوسری مثال میں اگر میت وصیت ہی نہ کرے تو پورامال وراثت کے قواعد سے تقسیم ہو جائے گا اور نظام پھر بھی مکمل رہے گا، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وراثت اصل اور وصیت اس کی تکمیلی شاخ ہے۔

دلائل کی روشنی میں یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ وصیت کو وراثت پر فوقیت حاصل نہیں۔اگر وصیت مقررہ حدود سے تجاوز کر جائے، وارث کے حق میں ہو یا کسی ناجائز کام کے لیے ہو تو وہ انہی اصولوں کے تحت محدود یا کالعدم ہو جاتی ہے جن سے وراثت کا نظام قائم ہے۔اس کے برعکس بعض جدید غیر اسلامی نظاموں میں وصیت کو مکمل آزادی حاصل ہے اور وراثت ثانوی حیثیت رکھتی ہے، جس کے نتائج کا تقابلی جائزہ مشق نمبر ایک میں پیش کیا جا چکا ہے۔اسلامی نظام نے درمیانی راہ اختیار کر کے دونوں کو ان کے دائرے میں رکھا۔یہی وجہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں وصیت کا باب وراثت کے ساتھ جڑا ہوا بیان ہوتا ہے۔دونوں کو ملا کر علم الفرائض کی مکمل تصویر بنتی ہے۔

خلاصہ و نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ وراثت اور وصیت ایک ہی مالی نظام کے دو تکمیلی حصے ہیں۔ان کا تعلق موضوع کی وحدت، نفاذ کی ترتیب اور باہمی تکمیل میں ظاہر ہوتا ہے، جبکہ ان کا فرق ماخذ، لزوم، مقدار، مستحقین، سبب اور قبول کی شرط میں واضح ہے۔وراثت اللہ کے مقرر کردہ حصوں کا جبری نظام ہے جس میں انسان کی مرضی کو دخل نہیں، اور وصیت اسی نظام کے اندر ایک تہائی تک دی گئی محدود آزادی ہے جس سے نیکی اور احسان کے وہ دروازے کھلتے ہیں جو وراثت کے دائرے سے باہر رہ جاتے ہیں۔دلیل اور مثال دونوں سے ثابت ہوا کہ یہ توازن ہی اسلامی مالی قانون کی اصل حکمت ہے۔یہاں بھی یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ بیان نصابی اور تعلیمی ہے، کسی حقیقی اختلافی مسئلے میں حتمی شرعی و قانونی رائے مستند علماء اور مجاز عدالت سے حاصل کی جانی چاہیے۔اس سوال کے ساتھ کورس اسلام کا قانون وراثت کی دونوں مشقیں مکمل ہوتی ہیں۔